R. No. 2186/57

Regd. No. L. 922.

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

ٹیلیفون — ۲۹
[illegible]

تاریخ اشاعت
۹-۰-۱۵-۲۲

جلد ۲۵ - شمارہ ۳۵ | ایڈیٹر: آل احمد سرور | ۱۵ ستمبر ۱۹۶۶ء

اداریہ

پنجاب میں انجمن کی نئی ریاستی شاخ

پنجاب کی ریاست جب پنجاب اور ہریانہ پرانت میں تقسیم ہوگئی تو اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ان دونوں نئی ریاستوں میں انجمن کی علحدہ شاخیں قائم کی جائیں۔ شاخوں کے قواعد کے مطابق پہلے مقامی طور پر شاخیں قائم کی جاتی ہیں، پھر مقامی شاخوں کے نمائندے مل کر ریاستی شاخ بناتے ہیں لیکن اگر کسی ریاست میں نیا نظام قائم ہو یا کہیں کام کا آغاز کرنا ہو تو جنرل سکریٹری کو ایک ایڈہاک کمیٹی بنانے کا اختیار ہے جس کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ چند اشخاص کی مدد سے ریاست میں ایک باقاعدہ تنظیم قائم کرے۔ پنجاب نے اردو کی جو خدمت کی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں اور آج بھی اہل پنجاب اردو کی ترقی میں جو حصہ لے رہے ہیں وہ اظہر من الشمس ہے۔ اب تک ہماری ریاستی شاخ انبالہ سے پوری ریاست کی اردو تحریک کی قیادت کر رہی تھی مگر اب دو علحدہ ریاستوں کے قیام کے بعد دو نئی ریاستی شاخوں کا قیام ناگزیر ہوگیا۔ اس لیے جنرل سکریٹری نے ایک ایڈہاک کمیٹی بنائی ہے کہ وہ ستمبر کے اندر اپنا جلسہ کر لے۔ سہولت کے لیے اس کا کنوینر مولوی کفایت اللہ کو بنایا گیا ہے۔ ان کا کام یہ ہے کہ وہ تمام ممبروں کو مدعو کر کے جلسہ کرا دیں۔ جلسہ اپنا صدر خود منتخب کرے گا۔ اس جلسے میں ایڈہاک کمیٹی چاہے تو باقاعدہ انتخاب تک کے لیے اپنے ممبروں میں سے عہدہ دار چنے گی۔ ظاہر ہے کہ ایڈہاک کمیٹی صرف کام چلانے کے لیے بنائی گئی ہے، اور یہ کمیٹی بہت بڑی بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ ہمارے بعض دوستوں نے ہمیں توجہ دلائی ہے کہ پنجاب سے بعض اور اردو دوست بھی اس میں شامل کیے جا سکتے تھے۔ ضرورت ہو تو ایڈہاک کمیٹی خود بھی ممبروں کی تعداد میں اضافہ کر سکتی ہے لیکن اس وقت کمیٹی کا اصل کام صرف ایسے عہدہ دار اور کارکن مقرر کرنا ہے جن کی شاخیں زیادہ سے زیادہ تعداد میں قائم کر سکیں۔ اس وقت دیکھنا یہ ہوگا کہ کون کمیٹی میں ہے اور کون نہیں۔ دیکھنا یہ چاہیے کہ کام شروع کرنے کے لیے ایک سلسلہ وجود میں آیا یا نہیں اور ایک نظام قائم ہوا یا نہیں۔ ایڈہاک کمیٹی کے ممبروں کا فرض ہوگا کہ وہ ایسے تمام اشخاص کا تعاون حاصل کریں جو اردو سے دلچسپی رکھتے ہیں اور جو پنجاب میں اس کی بقا اور ترقی کے لیے عملی قدم اٹھا سکتے ہیں۔ پنجاب سے بڑی تعداد میں اردو کے اخبار اور رسالے نکلتے ہیں، کتابیں بڑی تعداد میں شائع ہوتی ہیں۔ پنجاب نے ہمیں بہت سے اچھے شاعر اور ادیب دیے ہیں اور آج بھی پنجاب کے شاعروں اور ادیبوں کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ اس لیے ہمیں یہ توقع ہے کہ پنجاب کے اردو دوست جس طرح ممکن ہوگا اردو کا علم اس ریاست میں بلند رکھیں گے مگر ہمیں فکر یہ ہے کہ اردو کی تعلیم کا ابھی تک مناسب انتظام نہیں ہو سکا ہے اور سہ لسانی فارمولے کی موجودہ شکل میں بھی اردو کے لیے جگہ شاید آسانی سے نہ نکالی جا سکے۔ اس لیے اگر تین کی جگہ ثانوی مدارس میں چار زبانیں بھی پڑھنی پڑیں تو یہ بار خوشی سے برداشت کرنا چاہیے۔ پنجاب کے جن اردو دوستوں سے ہم نے تبادلۂ خیالات کیا ہے وہ چار زبانیں پڑھانے کے حق میں ہیں۔ جے پور کی کل ہند کانفرنس میں پنجاب کے نمائندوں نے [illegible] قرارداد بھی پیش کی تھی۔ اس لیے پنجاب میں نئی شاخوں کے قائم ہوتے ہی سب سے پہلے ابتدائی منزل سے جہاں طالب علم اردو کے ذریعہ تعلیم کا انتظام کرانا چاہیے اور ثانوی منزل پر پنجابی، ہندی، اردو، انگریزی چاروں زبانوں کی تعلیم کے لیے سہولت فراہم کرنی چاہیے۔ اس کے بعد کالجوں اور یونیورسٹی میں اردو کو اختیاری مضمون کی حیثیت سے بی۔ اے اور ایم۔ اے کی منزل پر پڑھانے کا سوال ہے۔ پنجاب یونیورسٹی سے ہمیں توقع تھی کہ وہ اردو کا ایک شعبہ جلد سے جلد قائم کرے گی مگر ابھی تک خاموشی ہے۔ پنجابی یونیورسٹی کا رویہ اس سلسلے میں پنجاب یونیورسٹی سے بہتر ہے۔ ہماری نئی شاخ کو سب سے زیادہ توجہ اردو کی تعلیم کے مسئلے پر دینا ہے اور اس مہم کو چلانے کے لیے تمام اردو دوستوں اور قومی کارکنوں کا تعاون جلد سے جلد حاصل کرنا ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ ایڈہاک کمیٹی بہت جلد ایسے عہدہ دار منتخب کرے گی جن پر سب کو اعتماد ہو، جن کے خلوص اور لگن کے سبھی قائل ہوں اور جو اپنی محنت اور کوشش سے پنجاب میں اردو کے لیے ترقی کے وہ مواقع پیدا کر سکتے ہوں جن کی آنکھیں پنجاب کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ یہ ریاست نہ صرف ہندوستان کے سیکولر کردار اور جمہوری مزاج کی آئینہ دار ہے بلکہ اپنے جیالے جوانوں کی وجہ سے عزم و ہمت دونوں میں نمایاں ہے۔ اب اردو کے سلسلے میں بھی اسے اپنی تاریخ، تہذیب، روایات اور خصوصیات کا مزید ثبوت دینا، اور دوسری ریاستوں کے لیے ایک نمونہ اور مثال قائم کرنا ہے۔

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لیے

شعبۂ اردو جامعہ عثمانیہ کے تحقیقاتی مجلہ قدیم اردو کو
نظام ٹرسٹ فنڈ کی جانب سے ۹۹۰۰ روپیہ کا عطیہ

حیدرآباد۔ ۱۰ ستمبر۔ ایچ ای ایچ دی نظام ٹرسٹ فنڈ نے شعبۂ اردو جامعہ عثمانیہ کے تحقیقاتی مجلہ قدیم اردو کو ۹۹۰۰ روپے کا گرانقدر عطیہ دیا ہے۔ یہ مجلہ شعبۂ اردو کی جانب سے ڈاکٹر مسعود حسین خاں کی ادارت میں شائع ہوا ہے اور اس کا پہلا شمارہ ۵۰۰ صفحات پر مشتمل تھا۔ جامعہ عثمانیہ کے شعبۂ اردو کے لیے نظام ٹرسٹ فنڈ کا یہ پہلا عطیہ ہے جس پر اساتذہ اردو اور دوسرے حلقوں میں مسرت اور خیر مقدمی جذبات کا اظہار کیا جا رہا ہے اور اس بات کی توقع کی جا رہی ہے کہ اردو کے تحقیقاتی کاموں کو آگے بڑھانے اور درس و تدریس کو بہتر بنانے کے لیے ٹرسٹ فنڈ مستقبل میں بھی دلچسپی لے گا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ٹرسٹ فنڈ کی جانب سے حال ہی میں دلی یونیورسٹی کے زیر اہتمام اردو میں توسیعی لیکچر کے لیے بھی عطیہ دیا جا چکا ہے۔ (الجمعیۃ دہلی)

ہندوستان میں چھپنے والے روزنامہ اخبارات میں اردو کا دوسرا نمبر

نئی دہلی۔ ۵ ستمبر۔ اخبارات کے رجسٹرار کی تازہ ترین رپورٹ سے انکشاف ہوا ہے کہ اس وقت ملک میں چھپنے والے روزناموں میں سب سے زیادہ تعداد ہندی کے روزناموں کی یعنی ۱۵۵ ہے اور دوسرے نمبر پر اردو کے روزنامے آتے ہیں جن کی تعداد ۷۳ ہے۔

اسی طرح اس رپورٹ سے یہ اندازہ ہوا ہے کہ اس سال سب سے زیادہ اشاعت میں اضافہ بنگالی کے اخبارات میں ہوا ہے یعنی ۱۱ء۳ فیصدی اور دوسرے نمبر پر اردو کے اخبارات کی اشاعت میں اضافہ ہے جو ۷ء۴ فی صدی ہے۔

اور اس سلسلے میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ اردو اس سلسلے میں اول نمبر پر ہے کہ اس زبان میں ہر ایک لاکھ پڑھنے والوں پر ۳۱ء۵ اردو اخبارات ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس وقت ملک میں ۳ روزنامے ایسے ہیں جن کی عمر سو برس سے زیادہ ہے۔ سب سے پرانا اخبار بمبئی کا گجراتی میں نکلنے والا اخبار "بمبئی سماچار" ہے جو ۱۸۲۲ء میں نکلنا شروع ہوا تھا

رجسٹرار آف نیوز پیپرز انڈیا کی اخبارات سے متعلق سالانہ رپورٹ برائے سال ۱۹۶۵ء میں پہلی بار اخباری اداروں اور انتظامیہ کے چند خصوصی مطالعے شامل کیے گئے ہیں۔ (قومی آواز، لکھنؤ)

ہندوستان کی تمام زبانوں میں لال بہادر شاستری کی سوانح عمری

نئی دہلی۔ ۱۰ ستمبر۔ آنجہانی وزیر اعظم لال بہادر شاستری کی ایک مستند سوانح عمری ہندوستان کی تمام زبانوں میں شائع کی جائے گی۔ لال بہادر شاستری میموریل کمیٹی اس سلسلے میں ممتاز ادیبوں سے رجوع کرے گی۔

(قومی آواز، لکھنؤ)

ہفت روزہ "اشتراک" گورکھپور

گورکھپور۔ یہاں سے تین ماہ قبل ایک ہفت روزہ اخبار "جاری ہوا ہے اس کی مجلس ادارت میں جناب فراق گورکھپوری کا نام بھی شامل ہے۔ ایم کوٹھیاوی راہی اس کے ایڈیٹر ہیں۔ اس میں اعلیٰ معیاری ادبی و سیاسی مضامین، کہانیاں نظمیں اور غزلیں شائع ہوتی ہیں۔ یہ قاضی پور خورد گورکھپور سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ (ایک نامہ نگار)

اعجاز صدیقی کی طویل نظم "خوابوں کا مسیحا"
(ایک ساتھ تین زبانوں میں شائع ہوگئی)

"خوابوں کا مسیحا" وہی مشہور نظم ہے جو ہندوستان کے نجات دہندہ پنڈت جواہر لال نہرو کے انتقال کے بعد لکھی گئی تھی۔ ریڈیو سے نشر ہونے کے علاوہ مختلف رسائل و اخبارات اور کئی ہندی اردو کے شعری مجموعوں میں شائع ہو کر مقبول ہوئی تھی۔

اسی نظم کو اعجاز صدیقی نے ایک بالکل نیا روپ دیا ہے۔ اس میں مزید بارہ طویل و مختصر بندوں کا اضافہ اور نظر ثانی کر کے نظم کو شاہکار کا درجہ دے دیا ہے ایک پورا نیا بند پنڈت نہرو کی "راکھ" پر شامل کیا ہے۔ نظم کے تمام نئے بند غیر مطبوعہ اور ناشنیدہ ہیں۔

اس طویل ELEGY میں جواہر لال نہرو کی ہمہ گیر شخصیت اور ان کے تصورات و معتقدات کا گہرا نفسیاتی مطالعہ تمام شاعرانہ لطافتوں اور نزاکتوں کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ یہ ایک ساتھ اردو، ہندی اور انگریزی زبانوں میں نہایت اہتمام سے شائع ہوئی ہے۔ نظم کا انگریزی ترجمہ آہر اکبانی نے کیا ہے۔ "ہندی روپ" ندا فاضلی نے دیا ہے۔ مقدمہ کرشن چندر کا ہے۔ کتاب کے دو رنگے گردپوش پر پنڈت نہرو کا ایک نہایت خوابناک اسکیچ دیا گیا ہے۔ قیمت دو روپے پچاس پیسے ہے۔ "خوابوں کا مسیحا" مکتبہ قصر الادب پوسٹ بکس ۲۵۳۶ بمبئی ۸ بی سی کی طرف سے شائع کی گئی ہے۔

(ایک نامہ نگار)

گنجینۂ گوہر پر انعام

مجلس ترقی ادب لاہور نے "گنجینۂ گوہر" (شاہد احمد دہلوی) پر ڈیڑھ ہزار روپے کا انعام دیا ہے۔ اسی رقم کا دوسرا انعام جیلانی کامران کو ان کی تصنیف "تنقید کا پس منظر" پر دیا گیا ہے۔ (کتابی دنیا، کراچی)

غالب کو مصور کرنے والے کارٹونسٹ وہاب حیدر کا انتقال

بمبئی۔ ۸ ستمبر۔ ممتاز کارٹونسٹ جناب وہاب حیدر جو مرزا غالب کے کارٹون بنانے کے ماہر سمجھے جاتے تھے، گزشتہ شب جی۔ ٹی اسپتال میں ان کا انتقال ہو گیا۔

ان کی کتاب "شعر پہ شورش" ان کے بنائے ہوئے غالب کے کارٹون کا ایک انتخاب ہے۔

(قومی آواز، لکھنؤ)

محمد مصطفیٰ علی گڑھ

ڈاکٹر اقبال اور سیموئیل راجرس

شاعر مشرق جناب اقبال کی نظم "ایک آرزو" لڑکپن ہی میں نے پڑھی تھی، اور جوانی میں پڑھائی تھی، آج اپنی عمر کی اس تیسری منزل میں ایک انگریز شاعر سیموئیل راجرس کی نظم "A WISH" بیاض میں لکھی ہوئی جو نظر آئی تو طالب علمانہ شوق کا تقاضا ہوا کہ باوجود کم نظری کے دونوں کو آمنے سامنے رکھ کر ان کے خد و خال کا مطالعہ کروں۔

دونوں نظموں کو پڑھ کر مستشرقین تو یہی کہیں گے کہ "الفضل للمتقدم" اقبال نے سیموئیل راجرس سے یہ "آرزو" لی ہے لیکن انصاف کا تقاضا ہے کہ ماحصل ہی نہیں کی بلکہ چھین بھی لی ہے، کیونکہ کم ترک الاول للآخر " کے قاعدے کے بموجب فضل و کمال کا وہ امتیاز اقبال ہی کے سر رہتا ہے۔ جیسا کہ ادنیٰ تامل سے عیاں ہے،

سیموئیل راجرس:- MINE BE A COT BESIDE THE HILL.

A bee-hive's hum shall
soothe my ear,
A willowy brook That turns a mill,
With many a fall shall
linger near,

اقبال:-
لذت سرود کی ہو چڑیوں کے چہچہوں میں   چشمے کی شورشوں میں باجا سا بج رہا ہو

سیموئیل کو شہد کی مکھی کی بھن بھن "خوش آیند" ہے، اقبال کو چڑیوں کے چہچہے لذیذ ہیں، یہ اپنا اپنا مذاق مجھے اس سے بحث نہیں البتہ یہ عرض ہے کہ اقبال نے دوسرے مصرع کے سات لفظوں میں جو کچھ کہہ دیا اس کو مسٹر سیموئیل راجرس دو مصرع کے ۱۳ لفظوں میں بھی بیان نہ کر سکے، مزید براں اقبال کا جملہ مفرد ہے اور ترتیب الفاظ بالکل سادہ اور سیموئیل کا جملہ مخلوط ہے، نقرہ در نقرہ اور "باجا" تو گویا ان کے یہاں بجا ہی نہیں۔

The swallow oft beneath my thatch
Shall twitter near her
clay-built nest.

اقبال:-
مانوس اس قدر ہو صورت سے میری بلبل   ننھے سے دل میں اس کے کھٹکا نہ کچھ مرا ہو

سیموئیل راجرس کا جہاں ٹھکانا ہے اور اس کے نیچے ابابیل کا آشیانہ ہے تو وہ لامحالہ وہاں ہوگی اس میں کونسا اعجاب ہے، البتہ بلبل اقبال کو اپنا ہی سمجھتی ہے اور اس ننھی سی گائن کو ان پر پورا وثوق ہے۔ یہاں مجھے شیخ ابن فارض مصریؒ کا قصیدۂ تائیہ والا مصرع یاد آتا ہے کہ

وبالوحش انسی اذ من الانس وحشتی۔ یعنی انسان سے مجھے وحشت ہے اور وحشی جانوروں سے مجھے انس ہے، اقبال یہاں یہ نہیں فرماتے ہیں کہ مجھے بلبل سے انس ہے بلکہ بلبل میری صورت سے مانوس ہے، (اگرچہ ابھی سیرت سے نہیں)، دونوں کا فرق آپ خود ملاحظہ فرمائیں بلبل کا انتخاب اس لیے بھی ہوا ہے کہ شاعر کا دل بھی چمنستان وطن میں بمنزلہ بلبل کے ہے جس کی گلبانگ سننے کے لیے ؎

گل آتے ہیں ہستی میں عدم سے ہمہ تن گوش

Oft shall the pilgrim lift
the latch
And share my meal, a
welcome guest,

اقبال:-

راتوں کو چلنے والے رہ جائیں تھک کے جس دم
امید ان کی میرا ٹوٹا ہوا دیا ہو

سیموئیل راجرس پہاڑ کے پہلو میں ایک جھونپڑا چاہتا ہے، کیوں؟ وحشت ہے یا لیخولیا ہے، راہبانہ زندگی پسند ہے؟ آخر اس کی وجہ؟ بس "المعنی فی بطن الشاعر" لیکن ہمارے اقبال ان تمام باتوں کو حکیمانہ انداز سے بیان کرتے ہیں، پریشان ہیں اور اس لیے اس پریشانی کو دور کرنے والے خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ یارب، بارخدایا آپ ہی میرے مربی ہیں، نعمت حیات کے بعد نعمت بقا اور نعمت علم آپ ہی کا عطیہ ہے آپ میری مدد فرمایئے کہ اس قحط الرجال میں اس قومی انحطاط و زوال میں اپنے ابنائے جنس کی خدمت کر سکوں، ان بھولے بھٹکوں کو شمع نبوت کی روشنی میں اعلاء کلمۃ اللہ کا سبق پڑھاؤں، راستہ دکھاؤں،

دنیا کی محفلوں سے اکتا گیا ہوں یارب
کیا لطف انجمن کا جب دل ہی بجھ گیا ہو
شورش سے بھاگتا ہوں دل ڈھونڈتا ہے میرا
ایسا سکوت جس پر تقریر بھی فدا ہو
مرتا ہوں خامشی پر یہ آرزو ہے میری
دامن میں کوہ کے اک چھوٹا سا جھونپڑا ہو

شاعر پر طلب صادق کے غلبہ میں ایک وحشت طاری ہے، وہ وحشت جو خفقان اور جنون کے لوازم سے نہیں بلکہ وہ جو سیر الی اللہ والوں پر گاہ گاہ مسلط کر دی جاتی ہے اور بعض حضرات کے لیے دعوت الی الحق کا پیش خیمہ بن جاتی ہے۔

اقبال بھی اسی کی بدولت ہنگامۂ عالم سے گریزاں ہیں اور ایسے سکوت کے طالب ہیں جو تقریر سے بھی زیادہ بامعنی، مغز سخن سے بھی زیادہ لطیف و نغز ہو۔ اور ظاہر ہے کہ یہ سکوت اس تفکر کی بنا پر ہوتا ہے جو صفات باری تعالیٰ شانہ سے متعلق ہو "تفکروا فی آلائہ" اور اسی لیے "قلۃ الکلام اور قلۃ الاختلاط مع الانام اس کے لیے لازم ہے"

بجلی چمک کے ان کو کٹیا مری دکھا دے ۔۔ جب آسماں پہ ہرسو بادل گھرا ہوا ہو

راجرس کی مہمان نوازی قابلِ داد ہے کہ تھکے ماندے زائرین کو اپنے دسترخوان پر نوازتا ہے، اس کے مہمان تو کسی نہ کسی طرح اس کے پاس پہنچ گئے اور انھوں نے جا کر کھانے پر بھی ہاتھ صاف کیا لیکن اقبال ان لوگوں کا ذکر کرتے ہیں جو "تاریکستان" میں سفر کر رہے ہیں، اندھیرا چھا رہا ہے، آسمان پر گھنگھور گھٹا ہے ان غریبوں کے پاؤں چلتے چلتے شل ہو گئے ہیں کہ بجلی چمکتی ہے اور ان مایوس الحال لوگوں کو شاعر کا ٹوٹا ہوا دیا، ایک مفلس کا چراغ نظر آجاتا ہے بس ان کے دل میں حصولِ مقصود کی لگن از سرِ نو تازہ ہو جاتی ہے جس کے بے مردانہ وار وہ پھر قدم بڑھانے لگتے ہیں

راجرس نے اپنے مہمانوں کا خیر مقدم کیا، ان کو جسمانی غذا دی اقبال کے ٹوٹے ہوئے دئے نے رہروانِ راہِ ترقی کو اولوالعزمی سے بھرپور اخلاقی غذا مرحمت فرمائی۔

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

ہاں استعارہ کے پردہ میں ہر سو بادل کا گھرا ہوا ہونا اور اندھیرا ہی اندھیرا ہونا عبارت ہے ظلم اور جہل سے اور بجلی چمکنے سے مراد وہ تنبیہات اور انتباہات ہیں جو باری تعالیٰ کی جانب سے اپنے بندوں کے لیے ہوتے ہیں بس حتمی یہ ہوتے کہ ایسے نازک وقت میں اربابِ بست و کشاد اور اصحابِ رتق و فتق ایک فقیرِ بے نوا سے ایک مردِ خدا سے ہمت و نصرت حاصل کرتے ہیں۔

Around my ivy'd porch shall spring
Each fragrant flower that drinks the dew

راجرس کا عشق پیچہ (یا پیچاں) کی بیل اور خوشبودار شبنم آلود پھولوں کا نقشہ کھینچتا ہے لیکن اقبال کے شعر کے سامنے سہ

گل کی کلی چٹک کر پیغام دے کسی کا ۔۔ ساغر ذرا سا گویا مجھ کو جہاں نما ہو

راجرس تو در کنار شیکسپیر کا یہ مقولہ بھی

We find tongues in trees, sermons in stones, books in the running brooks and good in every thing.

نظر سے گر جاتا ہے بلکہ شیخ شیراز کی یہ بیت

برگِ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار ۔۔ ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

(قصور معاف ہو) ایک تبرک ہی تبرک ہے،

کلی جب چٹکتی ہے تو آواز ہوتی ہے خواہ وہ کتنی ہی پست کیوں نہ ہو اور پیغام میں بھی آواز ہے کسی کا یہ ہے محبوبِ حقیقی سے گل باعتبارِ رنگ کے شرابِ ناب یا [illegible] سے مشابہ ہے اور باعتبارِ شکل کے پیالہ ہے پس مجموعی طور پر وہ ذرا سا ساغر ہو گیا اور اس کا کھلنا یا مسکرانا ایک مردِ باخدا کے واسطے ایک رندِ پارسا کے لیے کشفِ حقیقت کا باعث اور مواجید و واردات کا سرمایہ ہوتا ہے اس لیے وہ جامِ جہاں نما ہوا۔

اس کے بعد راجرس چونکہ دنیوی محبت کا دلدادہ ہے اس لیے کہتا ہے

And Lucy at her wheel shall sing
In russet gown and apron blue,
The village church among the trees,
Where first our marriage vows were given
With merry peals shall swell the breeze,
And point with taper spire to heaven.

اس معاشقہ پر نہ مجھے اعتراض ہے اور نہ ازدواجی محبت سے احتراز، یہ ادنیٰ طبقے والوں کو بھی حاصل ہے البتہ اقبال جس کیمیا اثر محبت کا بیان کرتے ہیں اس کے سامنے یہ دنیوی ہیولانی محبت دو فیصدی نمبر پانے کی بھی مستحق نہیں ہے۔

پھولوں کو آئے جس دم شبنم وضو کرانے ۔۔ رونا مرا وضو ہو نالہ مری دعا ہو

اس کو رنگینی کی غرض و غایت اس شعر سے مترشح ہے صبح کے وقت پھول شبنم سے تر ہو جاتے ہیں، شاعر کہتا ہے کہ شبنم حسینانِ چمن جو رعنایانِ گلشن کو وضو کرانے آتی ہے (حسینوں کی قدر سب ہی کرتے ہیں) اور یہ وضو نمازِ صبح کے لیے کیا جا رہا ہے کہتا ہے کہ اس وقت میں دل کھول کر ایسا روؤں اور آہ و زاری کروں کہ وہ رونا میرا وضو ہو جائے اور اس گریہ کے ساتھ جو نالہ پیدا ہو وہ میری دعا یا نماز ہو جائے۔ وضو سے اعضاءِ ظاہر کے گناہ دور ہوتے ہیں اور گریۂ عاشقانہ سے اور نالۂ صبح گاہی سے روح کے گناہ دھل جاتے ہیں

مولانا سہ تا نگرید طفل کے جوشد لبن ۔۔ تا نگرید ابر کے خندد چمن

چوں خدا خواہد کہ مان یاری کند ۔۔ میل ما را جانبِ زاری کند

اقبال کے شعر میں اشارہ ہے ایک مسئلہ کی طرف کہ رکعتان فی العشق لا یصح وضوئهما الا بالدم یعنی عشق کی دوگانہ نماز کے لیے خوں باری اور جاں نثاری ہی کا وضو واجب ہے کہ یہ نماز اس کے بغیر ادا ہی نہیں ہوتی۔

ہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ صبح کا وقت ورودِ تجلیات کا ہے ذوق و شوق کا ہے مناجات کا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا

حضرت لسان الغیب خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ سہ

دعائے صبح و آہِ شب کلیدِ گنجِ مقصود است ۔۔ بایں راہ و روش می رو کہ با دلدار پیوندی

جب انسان کو روحانی کمال حاصل ہوتا ہے تو وہ مؤید من اللہ ہو کر بنی نوع انسان کی ہدایت کرتا ہے (العلماء ورثۃ الانبیاء) اس کے کلماتِ طیبات بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوتے ہیں اور آسمان پر اس کا بول بالا ہوتا ہے (کرامۃ الولی معجزۃ النبی) اس لیے کہتے ہیں،

اس خامشی میں جائیں اتنے بلند نالے ۔۔ تاروں کے قافلے کو میری صدا درا ہو

اور زمین والوں پر بھی وہ نالہ اپنا کار گر دکھائے بغیر نہیں رہتا، درد مند رونے لگتے ہیں، نیم ہوش ہوش میں آجاتے ہیں اور بیہوش اور مدہوش بھی جاگ اٹھتے ہیں یعنی وہ مضامینِ عاشقانہ نامردوں کو مرد، مردوں کو شیر مرد اور شیر مردوں کو عین درد بنا دیتے ہیں،

سہ
ہر دردمند دل کو رونا مرا رلا دے
بے ہوش جو پڑے ہیں شاید انہیں جگا دے

البتہ جو محرومِ ازلی ہیں ان کی ہدایت کسی کے بس میں نہیں اور اس کا علم چونکہ پردۂ غیب میں ہے کہ کون محروم ہے اور کون نہیں، اسی لیے شاید استعمال کیا ہے۔

غزلیں

شاہین غازی پوری

شہرِ خوباں سے جو ہم اب بھی گزر آتے ہیں — کتنے دھندلائے ہوئے نقش ابھر آتے ہیں
رات جو بیچتی ہے احسان جو بیدردں میں کہیں — رات کے خواب مری آنکھ میں در آتے ہیں
سحر انداز ہے کیا ہم سنگا ہی تیری — ایک سے کا فرد دیدار نظر آتے ہیں
کس کو سچ کہئے کا کس روپ کو جھٹلایئے گا — آئینے میں تو کئی عکس اتر آتے ہیں
ایک مدت سے ہیں اس شہر میں ہم آوارہ — بام و در آج بھی بیگانے نظر آتے ہیں

وہ بلاتے تو ہیں شاہین سرِ بام مگر
ہم ہی کچھ سوچ کے زینوں سے اتر آتے ہیں

نزہت گیلانی

وہ دامِ رنگ و بو کہ جو پھیلائے ہے بہار؟ — تا آلِ گل سے غنچہ با خبر ضرور ہے
وہ غم کی روشنی سے ابھری ہر درد کی لکیر — تراپہ شہر جاگتا کھنڈر ضرور ہے
یہ اور بات ہے کہ ظلمتیں ہیں ہمکنار — ہر ایک شب کی گود میں سحر ضرور ہے
یہ موسمِ بہار اور یہ میگساریاں! — تیری نگاہِ مست کا اثر ضرور ہے

یہ کس نے دیکھا اس طرف سے کون کب گیا
غبارِ رہگزار دیدہ ور ضرور ہے

مہر بانو روحی

خار سے بچ نہ سکا دامنِ ہستی تو کیا — لالہ و گل کو مہکتے ہوئے بھی دیکھا ہے
تشنگی مٹ نہ سکی آنکھیں تو سیراب ہوئیں — بزم میں جام چھلکتے ہوئے بھی دیکھا ہے
کیسی مخمور ہوا کیسا دل آویز سماں — بے پئے خود کو بہکتے ہوئے بھی دیکھا ہے

خوفِ تاریکیٔ شب کا نہیں اب تو روحی
ماہ و انجم کو چمکتے ہوئے بھی دیکھا ہے

خان رشید احمد بیگی بھیتی

میکدہ ساز نگاہوں کا پیام آنے تک — ناز تو یہ تھا مجھے رقص میں جام آنے تک
قیمتِ شوقِ نظارہ کوئی اس سے پوچھے — زندگی جس کی ہو ان کے لبِ بام آنے تک
وعدۂ دوست ہے اور دن ڈھلتا ہی نہیں — کتنے خورشید ڈھلیں گے ابھی شام آنے تک
ہاں ابھی تک تو سلامت ہے وقار توبہ — نیت رند بدل جائے نہ جام آنے تک
ہر نفس وقفِ الم دل کہ گرفتار شکوک — ایسے دیوانے پہ کیا گزرے گی شام آنے تک
کتنے ہی موڑ سے گزری ہے کہانی میری — آپ کے نام سے لیکر مرا نام آنے تک

دل نے پھر کھائی تو ہے ترکِ محبت کی قسم
ہاں مگر حسن کی جانب سے پیام آنے تک

جوشش ادیب بارسی تاگلی

تاروں میں گو کہ پہلی سی وہ روشنی نہیں — مایوس پھر بھی آج مری زندگی نہیں
بادہ کشی کے لطف سے محروم ہے ہنوز — جس نے تمہاری مست نگاہوں سے پی نہیں
تم خود ہی آ کے دیتے تسلی تو بات تھی — اشکوں سے دل کی آگ ابھی تک بجھی نہیں
کھلتے ہی پھول باغ میں شعلہ سا بن گیا — پنہاں کلی میں آگ جو تھی وہ دبی نہیں

بے کیف زندگی مری یوں ہی گزر گئی
بجھ کر بھی جوش تشنگی میری بجھی نہیں

حسنِ ازل

ک۔ ب۔ پرواز

سکوتِ شام دل میں تیر کی طرح اتر گیا
خموشیوں کے غول مرغزار سے چلے گئے
ہوا میں تیرتی ہیں سرمئی سی بدلیاں کئی
لباس جن کا ارغواں سا اب بھی ہے کہیں کہیں
شفق بھی جس کی جستجو میں کھو گئی ہے ڈوب کر
افق کے گہرے غار میں —
اسی کے انتظار میں —
کھڑا ہوں شام سے کسی اداس رہگزر اوپر

درد

اسرار اکبر آبادی

رات کے سمندر میں
سرخ سرخ پریوں کی کشتیاں اترتی ہیں
رنگ پھیل جاتے ہیں تتلیاں سی اڑتی ہیں
خوشبوئیں ہواؤں میں جھوم جھوم جاتی ہیں
چاند گنگناتا ہے
آرزو مچلتی ہے میں قدم بڑھاتا ہوں
کچھ مزار ملتے ہیں
جنگلوں کے سناٹے عزم چاٹ جاتے ہیں
فاصلے ڈراتے ہیں
فلسفے ابھرتے ہیں الجھنیں الجھتی ہیں
موت ہی حقیقت ہے، زندگی مصیبت ہے
ہر طرف اندھیرا ہے رات ہی سویرا ہے
درد جاگ جاتا ہے، آس کو اٹھاتا ہے
جھوم گنگناتا ہے پھر قدم بڑھاتا ہوں، اک چراغ جلتا ہے
زندگی کی راہوں میں ہر طرف
رنگ پھیل جاتے ہیں گنگناتا ہوں میں

رباعیات

شمسی طہرانی

(۱)
اے عیش گزیدہ واپس آجا — اے راحتِ قلبِ زار واپس آجا
مدت سے ترس رہی ہیں آنکھیں میری — اے دولتِ انتظار واپس آجا

(۲)
اے دل کو دکھانے والے! — روتی ہوئی آنکھوں کو رلانے والے!
آتی ہے ہنسی پھر کسی سے اب بھی — منہ پھیر کے ہنستے ہوئے جانے والے!

(۳)
الٰہی پیکرِ حکم قضا ہو جاؤں — پیغمبر حمد خود وجفا ہو جاؤں
عاجز ہیں دورِ خرد میں شمسی — ہر بت کا یہ دعویٰ ہے خدا ہو جاؤں

ابوسلمان شاہجہانپوری

مولانا آزاد کی یاد میں

اخبارات و رسائل کے چند خاص نمبر

مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کی زندگی، ان کے علم و فضل، افکار و عقائد اور خدمات وغیرہ پر ہندوستان پاکستان کے متعدد علمی اور تعلیمی اداروں میں کام ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ مولانا عقیدت مندوں اور نقادوں کا ایک خاص موضوع ہیں۔ مولانا مرحوم کے رسائل و تصانیف سے عام طور پر واقفیت ہے اور مولانا مرحوم پر تصانیف سے بھی واقفیت ہے اور ان کا حاصل کر لینا مشکل نہیں ہوتا لیکن مولانا مرحوم کی یاد میں جو اخبارات و رسائل کے خاص نمبر شائع ہوئے ہیں ان میں سے صرف چند نمبروں نے شہرت پائی اور زیادہ ایسے ہیں جن سے عام طور پر واقفیت نہیں ہے لیکن ان کی علمی حیثیت کسی طرح بھی مشہور و متعارف نمبروں سے کم نہیں ہے۔

بعض رسائل ایسے بھی ہیں جن پر "آزاد نمبر" وغیرہ کے رسمی الفاظ درج نہیں ہیں لیکن ان میں بھی تمام تر یا بیشتر مضامین مولانا آزاد ہی سے متعلق ہیں اور اس لیے ان کی حیثیت بھی خاص نمبروں سے قطعی مختلف نہیں۔ اس قسم کے رسائل مثلاً ہفت روزہ اقدام، چٹان لاہور، قومی زبان کراچی اور ثقافت الہند دہلی وغیرہ اپنی ضخامت، تعداد مضامین اور علمی قدر و قیمت کی بنا پر بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ ایسے نمبروں کو بھی اس تعارف میں شامل کر لینا ضروری خیال کیا گیا ہے۔ مناسب ہے کہ یہ تمام اخبارات و رسائل علمی اور تحقیقی کام کرنے والوں کے پیش نظر رہیں۔

بعض مضمون نگار کئی کئی نمبروں میں شامل ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ایک ہی مضمون ہر جگہ نقل ہوا ہے مثلاً مولانا غلام رسول مہر صاحب کے کئی مقالات ہیں جو متعدد نمبروں میں آئے ہیں۔ اسی طرح پنڈت جواہر لال نہرو آنجہانی کی تین تقریریں، پیام اور ایک مضمون ہے جو متعدد نمبروں میں مختلف عنوانوں سے آئے ہیں۔ کسی مضمون نگار کا ایک رسالہ میں نام دیکھ کر یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ یہی مضمون دوسری جگہ بھی نقل کیا گیا ہوگا۔ پیش نظر نمبروں کا تذکرہ انضباطی ترتیب سے کیا ہے اور اختصاراً صرف نمبر، تاریخ اشاعت، شمارہ اور مصنفین کا ذکر کر دیا ہے۔ عنوانات مضامین کی صراحت خالی از طوالت نہ تھی۔

ہر نمبر میں مولانا کے علم و فضل، خدمات، اخلاق و کردار، افکار و عقائد اور زندگی کے مختلف پہلوؤں پر کم و بیش مواد موجود ہے اس لیے دیکھے بغیر کسی نمبر کے بارے میں فیصلہ کر کے نظر انداز نہیں کر دینا چاہیے۔

اتحاد۔ کانپور۔ ہفت روزہ (آزاد نمبر)

جلد (۳) شمارہ (۷)، ۷ دسمبر ۱۹۴۶ء، صفحات (۸) سائز

قیمت ۴ر

ادارۂ تحریر: یونس خالدی، عبدالصمد برقی، اسلم ہندی اور محمد ظہور صدیقی۔

شرکائے ادارہ کے علاوہ علامہ نشور واحدی کی ایک نظم "ابوالکلام آزاد" سرورق کی زینت ہے۔ خالدی صاحب اور صدیقی صاحب کے مضامین خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ پاکستان ہندوستان کا سب سے پہلا رسالہ ہے جس نے مولانا آزاد مرحوم کی زندگی ہی میں آزاد نمبر شائع کیا تھا۔

اردو ادب۔ علی گڑھ سہ ماہی (آزاد نمبر)

جلد (۸)، شمارہ (۱ تا ۴) ۱۹۵۹ء، صفحات (۳۳۸) سائز ۲۰×۳۰/۸

قیمت پانچ روپے۔

ایڈیٹر: پروفیسر آل احمد سرور

لکھنے والے: آل احمد سرور، سندر لال، محمد اجمل خاں، قاضی عبدالودود، ابو علی اعظمی، ضیا احمد بدایونی، عبدالقوی دسنوی، اسلوب احمد انصاری، محمد عتیق صدیقی، عابد رضا بیدار، خواجہ مقبول احمد، عبدالغفار شکیل، محمد عبدالشاہد خاں شروانی، حسن عسکری لکھنوی، فوقانی بن شوق نیموی، شوق امرتسری۔

مولانا کے ابتدائی دور کی چند نایاب تحریریں اور مولانا غلام رسول مہر اور منشی عبدالقیوم خطاط کے نام مولانا کے چند مکاتیب بھی شامل ہیں۔

اس نمبر کے تمام مضامین منتخب اور محققانہ و عالمانہ ہیں۔ اس کے کسی مضمون میں بھی جذبات عقیدت کا خالصاً اور محض تاثرات کا اظہار نہیں کیا گیا۔ چند ایک کے سوا تمام مقالہ نگاروں کا علمی نقطۂ نگاہ ہے اور ہر ایک نے اپنے موضوع کے ساتھ پورا انصاف کیا ہے۔ بعض مقالات میں کچھ بڑی بڑی غلطیاں ہیں لیکن ایسی تو کوئی انسانی کوشش ہو ہی نہیں سکتی جو اغلاط سے پاک ہو۔ میرے نزدیک سب سے اہم نمبر یہی ہے۔ ممکن ہے عقیدت مندوں کے جذبات کا سامان اس میں کم ہو لیکن علمی اور تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے اس میں مواد بہت ہے۔ اس نمبر کے مطالعہ سے مولانا کی علمی و ادبی، سیاسی زندگی کے کئی پہلو، مولانا کی خدمات اور زندگی کے ان گوشوں اور پہلوؤں کی انفرادیت اور اہمیت کا نقش دل و دماغ پر بیٹھ جاتا ہے۔ یہ نمبر ہر طرح قابل قدر اور انجمن ترقی اردو (ہند) کے شایان شان ہے۔

مولانا کی ایک تصویر کا عکس بھی نمبر میں شامل ہے لیکن اس کی کوئی اہمیت و افادیت نہیں۔

اقدام۔ لاہور۔ ہفت روزہ

جلد (۶)، شمارہ (۴۹)، ۲ مارچ ۱۹۵۸ء۔ صفحات (۲۴)

سائز ۲۰×۳۰/۴۔ قیمت چار آنے

ادارہ: محمد شفیع، ممتاز احمد خاں، عبداللہ بٹ

لکھنے والے: م۔ ش، جواہر لال نہرو، ندیم جعفری، مولانا غلام رسول مہر، خواجہ حسن نظامی اور عبداللہ بٹ کے مضامین نظم و نثر شامل

ہیں تمام مضامین اہم اور قابل مطالعہ ہیں۔ اس نمبر کی اہمیت اس لیے بھی ہے اس میں مولوی انشاء اللہ خاں اور عبد اللہ بٹ کے نام مولانا آزاد کے خطوط کے عکس شامل ہیں۔ خواجہ حسن نظامی کے ایک مضمون کا عکس بھی شامل ہے یہ مضمون مرحوم نے عبد اللہ بٹ کی فرمائش پر ان کے مرتبہ مجموعہ مضامین "ابو الکلام آزاد" میں شامل کرنے کے لیے عنایت فرمایا تھا۔ پنڈت جواہر لال نہرو کے دو خطوں کا عکس بھی شامل ہے یہ خط عبد اللہ بٹ کے نام ہیں اور ابو الکلام آزاد پر مضمون کی فرمائش کے جواب و سلسلہ میں تحریر کیے گئے ہیں۔

سرورق پر مولانا مرحوم کا آخری دور کا ایک فوٹو شایع ہوا ہے اور اندرونی صفحات میں ایک فوٹو ہے یہ فوٹو اس لیے اہم ہے کہ مولانا کے آخری سفر لاہور کے موقع (دسمبر ۱۹۴۶ء) کا ہے۔ اس زمانہ میں مولانا کی صحت بہت گری ہوئی تھی اور فوٹو سے صاف عیاں ہے۔ آخری صفحہ پر پاکستانی اخبار نویسوں اور پاکستان کے سابق وزیر مہاجرین حاجی مولا بخش سومرو کے ساتھ ۱۹۴۶ء کی ایک تاریخی تصویر ہے۔

اس نمبر پر اگرچہ آزاد نمبر وغیرہ کے رسمی الفاظ درج نہیں ہیں لیکن نمبر کی اہمیت نیز بیشتر مضامین کا مولانا مرحوم سے متعلق ہونے کی وجہ سے اسے بھی آزاد نمبروں میں شامل کر لیا گیا۔

الجمعیۃ۔ دہلی، روزنامہ (یادگار امام الہند حضرت مولانا ابو الکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ)

تاریخ اشاعت: ۱۴ دسمبر ۱۹۵۸ء، صفحات (۴۴) سائز ۲۲ × ۲۸/۴ قیمت: دو روپے

ایڈیٹر: محمد عثمان فارقلیط معاون: مشہود احمد بہار۔

لکھنے والے: سید انیس الحسن، عبد السلام ہاشمی، انور صابری، عبد القیوم خلاطا اور اردو نا آصف علی نے داعی حق، مصلح دانا اور بے مثال رہنما کی حیثیت سے مولانا آزاد مرحوم کے کمالات پر روشنی ڈالی ہے راجندر پرشاد، جواہر لال نہرو، ذاکر حسین، ہمایوں کبیر، حافظ محمد ابراہیم، اشفاق حسین، یو۔ این ڈھیبر، آر دیکشٹ رائے نے مولانا مرحوم کی سیاسی خدمات اور انقلابی حیثیت پر حقائق کو پیش کیا ہے۔

محی الدین الوائی، مولانا احمد سعید، مولانا حفظ الرحمٰن، مولانا محمد میاں، مولانا اخلاق حسین قاسمی، محمد المامون الدمشقی، حلیم ہمیناتی اور مولانا عبد الرحمٰن وغیرہ نے مولانا مرحوم کو ترجمان دین و صداقت کے روپ میں دیکھا ہے۔

قاضی عبد الغفار، محمد وارث کامل، مولانا غلام رسول مہر، مولانا عبد الماجد دریا بادی، گوپی ناتھ امن، مختار اعظمی، فیض الرحمٰن، شمس الدین منیری، مولانا وحید رحمانی، ابو علی اعظمی، مولانا عبد الشاہد خاں شروانی، اسد اللہ میرٹھی، محمد الیاس کٹھوری اور مقبول احمد سیوہاروی نے مولانا مرحوم کو شہنشاہ علم و دانش کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔

حصہ نظم میں انور صابری، بسمل سعیدی، الم مظفر نگری، نسیم دلبری، رحمت بلند شہری، حافظ محمد ابراہیم، گلزار دہلوی، یحییٰ اعظمی، عزیز بنارسی، مفتی بشیر احمد بشیر، بصر ٹونکی، فضا کوثری، فرحت القادری، ثمر انصاری، حافظ سہار نپوری، خواجہ مقبول احمد اور نظیر منگلوری نے حصہ لیا ہے۔

اس کے علاوہ ایڈیٹر، ادارہ اور عزیز الحسن صدیقی کے مضامین شامل ہیں۔

مولانا مرحوم کے خطبات و مقالات کے اقتباس اور چند مکاتیب بھی شامل ہیں۔

نمبر ہر طرح شاندار ہے۔ مولانا مرحوم کی کوئی تصویر شامل نہیں ہے اشتہارات میں عورتوں مردوں کی تصویریں ہیں۔

الکلام، پٹنہ، ہفت روزہ

جلد (۲) نمبر (۸)، ۲۱ فروری ۱۹۵۹ء، صفحات (۲۰)

سائز ۲۰ × ۳۰/۴ قیمت ۲۵ نئے پیسے

ایڈیٹر: شاہد رام نگری

لکھنے والے: ہمایوں کبیر، ضیاء الدین اصلاحی، اونند کار، دویا انکار، خواجہ مقبول احمد، رضا نقوی، محمد نیاز، صابر آروی، اگر چند داس، ابو محمد امام الدین، ابو علی اعظمی اور شاہد رام نگری کے مضامین نظم و نثر پر یہ نمبر مشتمل ہے۔ سرورق مولانا مرحوم کی ایک دیدہ زیب تصویر سے مزین ہے

الکلام، پٹنہ، ہفت روزہ (خصوصی شمارہ)

جلد (۳) نمبر (۲۴)، ۲۲ فروری ۱۹۶۰ء صفحات (۲۸) سائز ۲۰ × ۳۰/۴ قیمت ۵۲ نئے پیسے

ایڈیٹر: شاہد رام نگری

لکھنے والے: جواہر لال نہرو، جگن ناتھ آزاد، ناظم سیوانی، ریاض الرحمٰن شروانی، ابو علی اعظمی، نارائن پرتاب گڈھی، ابو محمد مصلح، نجم سہر یاری، ناز انصاری اور شاہد رام نگری نے اپنے مضامین نظم و نثر میں حضرت مولانا مرحوم کی شخصیت کی عظمت کا اعتراف کیا ہے اور نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے۔

الکلام، مولانا ابو الکلام آزاد اکاڈمی کا ترجمان تھا چند سال تک مولانا مرحوم پر بیش قیمت مواد پیش کرتا رہا لیکن افسوس کہ زیادہ دن جینا نصیب نہ ہوا۔

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

میری نظر سے اس رسالہ کے بہت سے شمارے گذرے ہیں اور چونکہ مولانا مرحوم کی یاد میں ایک ادارے کا ترجمان تھا اس لیے اس کا ہر شمارہ اپنے دامن میں عقیدت کے پھول اور حقائق و معارف کے لعل و جواہر لیے ہوئے آتا تھا لیکن خصوصی شمارے صرف دو ہی میری نظر سے گذرے ہیں۔

انڈو ایرانیکا ۔ کلکتہ ۔ سہ ماہی (انگریزی) خصوصی شمارہ مولانا ابوالکلام آزاد کی یاد میں

جلد (۱۱) نمبر (۱) مارچ ۱۹۵۸ء ، صفحات (۱۰۲) ، سائز ۲۲×۲۹
قیمت : پانچ روپے
شایع کردہ : ایران سوسائٹی
لکھنے والے : میرالال چوپڑا (دو مضمون) ، خواجہ غلام السیدین (ایک مضمون) ، مولانا مرحوم کا ایک خطبہ ۔

خواجہ صاحب کا مضمون نہایت مفید اور اہم ہے ۔ چوپڑا صاحب نے ایک مضمون میں مولانا کی زندگی اور خدمات کے بارے میں بہت سی عام معلومات جمع کردی ہیں دوسرے مضمون میں ہند اور بیرون ہند میں مولانا مرحوم کے ماتم کی روداد لکھی ہے اس میں ملک ملک کے اخبارات و رسائل ، علماء و فضلا اور جماعتوں وغیرہ کے اداریے ، بیانات اور تعزیتی قراردادوں کے اقتباسات اور دیگر اہم اور مفید معلومات کو ترتیب دے دیا ہے ۔ مولانا مرحوم کی آخری تقریر کا اصل متن اور اس کا انگریزی ترجمہ بھی دیا گیا ہے ۔

سرورق پر اور اندرون صفحات پر مولانا مرحوم کی متعدد اہم ، خوبصورت اور مختلف ادوار کی چھوٹی بڑی تصاویر شامل ہیں مولانا کی میت اور جلوس جنازہ کی بھی چند تصاویر شامل ہیں ۔

اہل حدیث ۔ سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ ، ہفت روزہ

(اہل حدیث کا آزاد نمبر المعروف بہ بصیرت آزاد) جلد (۱۱) نمبر ۳۵، ۳۶ ، ۱۶ اور ۲۳ ستمبر ۱۹۵۹ء صفحات (۴۴) ، سائز ۲۰×۳۰
قیمت ۸/

ایڈیٹر : عبدالمجید خادم

پورا نمبر ایڈیٹر موصوف کا لکھا ہوا ہے ۔ کسی شخصیت کی زندگی میں جتنے موڑ بھی آسکتے ہیں اور اس کی زندگی کے جو پہلو بھی ہو سکتے ہیں ان کے گرد گھومتی اور نشیب و فراز سے گزرتی ہوئی ایک مسلسل داستان ہے ۔
شروع میں حکیم سید محمود کی نظم " آزاد کی یاد " قطب الدین بی خریکہ
خادم صاحب سخت خفا ہیں کہ الجمعیۃ کے آزاد نمبر میں مولانا کے مسلک " اہل حدیث " کو چھپایا گیا ہے ۔ یہ نمبر اسی تاثر ، غصہ اور ضد میں نکالا گیا ہے اور بڑے زور شور کے ساتھ مولانا کو اہل حدیث ثابت کیا گیا ہے والحمد للہ ۔

آجکل ۔ دہلی ، ماہنامہ (ابوالکلام نمبر)

جلد (۱۷) نمبر (۱) اگست ۱۹۵۸ء ، صفحات ، (۱۲۸) ، سائز ۲۲×۲۸ ، قیمت دو روپے ۔
ایڈیٹر : بال مکند عرش ، اسسٹنٹ ایڈیٹر : مظفر شاہ
لکھنے والوں میں سید محمود ، بخشی غلام محمد ، حافظ محمد ابراہیم اور مسز ارونا آصف علی کے اظہار عقیدت کے علاوہ ہادی القادری ، فضا ابن فیضی ، فائق بنگلوری ، ذاکر حسین ، ہمایوں کبیر ، منظور علی تمنا ، نیاز فتح پوری ، جمیل مظہری ، محمد اجمل خاں ، غلام السیدین ، سرفراز حسین رضوی خبیر ، ظفر حسین خاں ، بسمل سعیدی ، محمد مجیب ، گوپی ناتھ امن ، عبدالرزاق ملیح آبادی ، یحییٰ اعظمی ، غلام رسول مہر ، روحی الہ آبادی ، سعید احمد اکبرآبادی ، رومش صدیقی ، حافظ علی بہادر خاں ، شمیم کرہانی ، محمد یونس خالدی ، خواجہ احمد فاروقی ، اعجاز صدیقی ، ریاض الرحمن شروانی ، حمیدہ سلطان ، غلام احمد فرقت کی نگارشات نظم و نثر شامل ہیں ۔

مولانا مرحوم کے چند خطوط کے عکس اور نقل بھی شامل ہیں ۔

یہ نمبر مولانا مرحوم کی علمی ، ادبی اور سیاسی شخصیت و خدمات پر قابل اعتماد مواد فراہم کرتا ہے ۔ بعض اغلاط کی تصحیح بعد کے نمبروں میں شایع ہوئی ہے ۔

مولانا مرحوم کی مختلف ادوار کی متعدد اہم اور خوبصورت تصاویر شامل ہیں ۔ سرورق پر کسی نوجوان کی ایک روغنی تصویر ہے اور لکھا ہے کہ یہ مولانا ابوالکلام آزاد کی جوانی کی تصویر ہے جو ڈاکٹر مختار احمد انصاری کے ذخیرہ تصاویر سے دستیاب ہوئی ہے ۔

آجکل کے اس خصوصی شمارے کو دوسری بار کتابی صورت میں دسمبر ۱۹۵۸ء میں " ابوالکلام آزاد " کے نام سے شایع کیا گیا ۔ اس کا سائز ۱۸×۲۲/۸ اور ضخامت ۲۲۴ صفحات ہے ۔ طبع ثانی میں محمد یونس خالدی ، ریاض الرحمن شروانی اور غلام احمد فرقت کاکوروی کے اہم مضامین کو نظر انداز کردیا گیا ہے اور خراج ہائے عقیدت اور وزیر اعظم (جواہر لال نہرو) کا پیام مزید شامل کیے گئے ہیں ۔

پیام وطن ۔ دہلی ، روزنامہ (آزاد نمبر)

(جلد نمبر ، شمارہ اور تاریخ اشاعت درج نہیں ہے) سائز ۲۰×۳۰ قیمت تین روپے ۔ صفحات حصہ اردو (۲۰۰) ، حصہ انگریزی (۳۶) ، تصاویر (۳۲) ، ۲۶۸ ۔

ادارۂ ارکان تحریر : شاہدہ باقی نگہت ، عبدالباقی ، شاہد انیس اور غلام علی ایم ۔ اے

لکھنے والے : ادارۂ ارکان تحریر کے علاوہ اس نمبر میں حصہ لینے والوں کے خاص خاص نام یہ ہیں ۔ سید اعجاز حسین ، پرتاب سنگھ کیروں ، گوپی ناتھ امن ، ظفر پیامی ، علی عباس حسینی ، اختر علی تلہری ، بسمل عظیم آبادی ، حمیدہ سلطان ، ہنس راج رہبر ، یونس پرویز ، منور ما دیوان ، خواجہ مقبول احمد ، جمیل داس ، احمد حسن ، عابد رضا بیدار ، سیتا دیوی ، محمد عتیق ۔ حصہ نظم میں مندرجہ ذیل شعراء نے حصہ لیا ہے ۔

گوپی ناتھ امن ، جمیل مظہری ، اجمل اجملی ، ناز ش پرتاب گڑھی ، خواجہ مقبول احمد ، وفا ملک پوری ، آغائے کاجیان ایرانی اور قربان انصاری گورکھپوری ۔

(باقی آئندہ)

ناگپور یونیورسٹی کے فیصلے کے خلاف احتجاجی جلسے

ناگپور انجمن ترقی اردو (ہند) ودربھ کی اپیل پر ۱۹ اگست کو ہبیگا شب مومن پورہ چوک میں مقامی انجمن ترقی اردو کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان جلسہ ہوا۔ جلسے کی صدارت پروفیسر چاندور کر صدر پیپلز ایسوسی ایشن ممبر ناگپور یونیورسٹی اکیڈیمک کونسل نے فرمائی۔ پروفیسر صاحب نے کہا کہ اردو والوں کو زیادہ پریشان نہ ہونا چاہیے۔ میرا یقین ہے کہ جو لوگ اردو کو مٹانا چاہتے ہیں ایک دن وہ خود مٹ جائیں گے۔ ایسے لوگوں کو یہ نہ بھولنا چاہیے کہ اردو نے اس ملک کی تاریخ بنائی ہے۔ اور وہی زبان کسی ملک کی تاریخ بناتی ہے۔ جو اس ملک کی آب و ہوا میں پیدا ہوئی ہو۔ اردو زبان کے ساتھ جو ہم سب کی زبان ہے سارے ملک کی زبان ہے بے انصافی نہیں ہونے دیں گے میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کے جائز حق کے لیے آپ کے ساتھ ہر لڑائی لڑوں گا۔ پروفیسر چاندورکر نے کوئی پچاس منٹ تقریر کی اور اس کے اختتام پر آپ کی جانب سے انجمن ترقی اردو ناگپور کے کنوینر جلیل ساز نے وہ تجویز پڑھی جس میں حکومت مہاراشٹرا اور شریمتی اندرا گاندھی سے یونیورسٹی سے اردو، گجراتی، بنگلا، پنجابی، سندھی اور سنسکرت کے اخراج پر مداخلت کرنے کی درخواست کی گئی ہے۔ اس کی تائید فیض انصاری صاحب نے ایک مختصر تقریر کرکے جلسے سے حاصل کی۔

جناب یعقوب القمر شاکر اورنگ آبادی اور رحیمہ پنڈت نے بھی تقریریں کیں۔

فیض انصاری سکریٹری انجمن ترقی اردو ہند مہاراشٹر علاقہ ودربھ جو کامٹی کے جلسہ کے انتظام دیکھنے کے بعد تاخیر سے پہونچے تھے۔ اپنی مختصر تقریر میں کہا کہ زبان کا قتل اور وہ بھی مادری زبان کا ماں کے قتل کے برابر ہے۔ یونیورسٹی کی اکیڈیمک کونسل ایک نہیں پانچ زبانوں کو قتل کرنا چاہتی ہے اس سے ملک کو فائدہ پہونچنے کے بجائے نقصان ہی ہوگا۔ اور ان نوجوانوں میں اشتعال پیدا ہوگا جن کی مادری زبانیں قتل کی جا رہی ہیں۔

فیض صاحب نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ۱۹ اگست تک ودربھ کے حامیان اردو نے ۱۵ ہزار احتجاجی خط اندرا گاندھی کے نام روانہ کیے ہیں اور یہ آئندہ بھی اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ یہ تعداد دوگنا ہو جائے گی۔

اس سے پہلے دن چار بجے ودربھ ایجوکیشن سوسائٹی کے زیر اہتمام مسلم لائبریری ہال میں خواتین کا جلسہ منعقد ہوا جس میں سینکڑوں خواتین اور طالبات شریک ہوئیں اور یونیورسٹی کے اقدام کے خلاف ودربھ انجمن ترقی اردو کی تجویز منظوری کے لیے پیش کی جو باتفاق منظور ہوئی۔ (الجمعیۃ)

اکولہ اکولہ ۲۰ اگست کی شب میں انجمن ترقی اردو شاخ اکولہ نے اردو ہفتہ کا آخری دن منایا۔ ۲۰ اگست ۶۶ء کی شب میں ہاشم سیٹھ لائبریری ہال میں زیر صدارت جناب محمد عزیز الحق صاحب ایڈوکیٹ اکولہ ایک عام جلسہ منعقد کیا گیا جس میں مندرجۂ ذیل تجویز بہ اتفاق آرا منظور کی گئی۔

"اکولہ کے حامیان اردو کا یہ جلسہ ناگپور یونیورسٹی کی اکیڈیمک کونسل کے خلاف اپنے غم و غصّہ کا اظہار کرتا ہے کہ اس نے ایسا نامنصفانہ فیصلہ کیا ہے جس کی رو سے اردو اور دیگر اقلیتی زبانوں کی تعلیم ودربھ کے کالجوں میں بند کر دی جائے گی۔ اگرچہ احتجاجی جلسوں اور دیگر کارروائیوں سے متاثر ہو کر ناگپور یونیورسٹی نے اس نامناسب فیصلہ کو صرف ایک سال کے لیے ملتوی کر دیا ہے لیکن یہ جلسہ ناگپور یونیورسٹی اور حکومت مہاراشٹر سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اس فیصلہ کو نہ صرف ہمیشہ کے لیے منسوخ کر دیں بلکہ اردو پڑھنے والے طلبہ و طالبات کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں دینے کا بھی معقول انتظام کریں"

(بشیر احمد شہید۔ انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ اکولہ (مہاراشٹر))

بالاپور ۱۵ اگست ۶۶ء حسب ہدایت ودربھ انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ بالاپور کے زیر اہتمام "یوم اردو" کی کارروائی زیر صدارت جناب اے۔ اے۔ مانکر صاحب ایڈوکیٹ شروع ہوئی۔

جناب خطیب حسام الدین صاحب آنریری مجسٹریٹ و سابق صدر میونسپلٹی نے تحریک صدارت اور جناب نظام الدین صاحب نے تائید کی۔ صدر انجمن ترقی اردو (ہند) بالاپور جناب مولانا ہادی نقشبندی صاحب نے جناب مانکر صاحب کے کرسی صدارت پر آنے کے بعد گل پوشی کی۔

مرزا احمد بیگ صاحب نے جگن ناتھ آزاد کی نظم "نغمۂ اردو" خوش گلوئی سے پیش کی۔

جناب مولانا ہادی نقشبندی صاحب نے پیغامات پڑھ کر سنائے۔

اس کے بعد جناب غلام حسین صاحب راز، جناب غلام عباس اور جناب احتشام رحیم خاں صاحب نے تقاریر کیں۔

جناب نجم الحق صاحب نے حضرت راز بالاپوری کی نظم "اردو" ترنم کے ساتھ پیش کی۔

جناب صدر نے کرسی صدارت سے اٹھ کر "یوم اردو" کی تجویز احتجاج پیش کی جس میں اکیڈمک کونسل کے فیصلے کو کلیۃً منسوخ کرنے کا مطالبہ کیا گیا جسے تمام حاضرین نے پرجوش طریقے سے منظور کیا۔

جناب مولانا ہادی نقشبندی صاحب نے صدر جلسہ مقررین و حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد قومی ترانہ پر جلسہ اختتام ہوا۔

علی گڑھ کے پرائمری اسکولوں سے اردو کا صفایا

علی گڑھ ۔ علی گڑھ میونسپلٹی کے پرائمری اسکولوں میں ذریعہ تعلیم اتر پردیش کے سرکلر کے مطابق جو اردو میں اب تک رائج تھا ۱۲ اگست ۱۹۶۶ء سے سپرنٹنڈنٹ ایجوکیشن میونسپل بورڈ کی طرف سے ان اسکولوں کے اساتذہ کو سرکلر ملا ہے کہ میڈیم اردو نہ ہو۔ اس سے اردو کے شیدائیوں میں ایک ہلچل مچ گئی ہے۔ اس سلسلے میں اردو دوست حلقہ کا ایک وفد میونسپل بورڈ کے سپرنٹنڈنٹ اسٹاف ایجوکیشن اور دوسرے افسران سے ملنے والا ہے۔ (الجمعیۃ دہلی)

ناگپور یونیورسٹی کے فیصلے کے خلاف امراؤتی میں جلسۂ عام

۱۰ اگست۔ کل رات انجمن ترقی اردو شاخ امراؤتی کی جانب سے یوم اردو کا شاندار جلسہ منعقد کیا گیا۔ جلسہ میں تین ہزار سے زیادہ ہندو مسلم سامعین نے شرکت کی۔ یوم اردو کے اس جلسہ کی صدارت جناب اے۔ اے صاحب ویدیہ پرنسپل بھارتیہ کالج امراؤتی نے فرمائی۔ آپ ناگپور یونیورسٹی کی اکیڈیمک کونسل کے ممبر بھی ہیں۔

جلسہ کے آغاز میں جناب مرزا ہمایوں اقبال ایڈووکیٹ نے جلسہ کے مقصد اور اکیڈمک کونسل ناگپور یونیورسٹی کی اردو کے ساتھ ناانصافی پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ یونیورسٹی نے اس طرح کا اقدام اٹھا کر دستور ہند کی اس مقدس دفعات کی خلاف ورزی کی ہے جس نے ملک کی اقلیتوں کی تہذیب زبان اور مذہب کی پوری پوری آزادی اور حفاظت کا یقین دلایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اقلیتوں کی زبانوں کے ساتھ ملک بھر میں ہونے والی ناانصافیوں نے دستور ہند اور سیکولرزم کی روح کو مجروح کیا ہے۔ مسٹر ناگ جی نے جو ودربھ کے مشہور روزنامہ مرہٹی "ماتر بھومی" کے ایڈیٹر ہیں کہا کہ یونیورسٹی کی اکیڈمک کونسل کے اس فیصلے نے اقلیتی زبانوں کو اور خصوصاً اردو کے ساتھ سخت ناانصافی کی ہے۔ میں تو یہاں تک کہنا چاہتا ہوں کہ اقلیتی زبانوں کو صرف حیثیت لازمی زبان ہی نہیں پڑھانا چاہیے بلکہ یہ جن کی مادری زبان ہے انھیں ان زبانوں میں پوری تعلیم حاصل کرنے کے مواقع ملنا چاہئیں تاکہ وہ اپنی مادری زبانوں میں ہر چیز زیادہ بہتر طریقہ سے پڑھ اور سمجھ سکیں۔

ہمارے شہر کے سوشل ورکر جناب کھاپ ڈے نے کہا کہ اردو زبان اپنی مٹھاس اور دلفریبی سے روز بروز مقبول ہوتی جارہی ہے اسے جتنا کچلنے کی کوشش کی جائے گی یہ اتنی ہی زیادہ مقبول اور زبان زد ہوتی جائے گی۔ [illegible] جیب نے یقین دلایا کہ اردو زبان بولنے والوں کے علاوہ یونیورسٹی کے اس فیصلے کے خلاف تمام مہاراشٹر متحد ہے۔ وہ اس ناانصافی کو دور کرکے ہی دم لیں گے۔

جناب صدر اے۔ اے صاحب ویدیہ نے اپنی تقریر میں بحیثیت اکیڈمک کونسل کے ممبر کونسل کی پالیسی کی تشریح فرمائی اور اس بات کا اقبال کیا کہ یونیورسٹی کا یہ فیصلہ جلد بازی کا نتیجہ ہے۔ انھوں نے خصوصاً مسلمانوں کو متنبہ کیا کہ آج نہیں تو کل تمام مہاراشٹر کے طلبا کو مراٹھی لازمی طور پر سیکھنا ہوگی چونکہ صوبہ کی سرکاری زبان قرار دے دی گئی ہے۔ آخر میں آپ نے یقین دلایا کہ وہ عوام کی اس بے چینی اور احتجاج کو اکیڈمک کونسل کے سامنے ضرور پیش کریں گے۔ جلسہ میں مندرجہ بالا مقررین کے علاوہ ضلع کانگریس کمیٹی کے سکریٹری جناب ڈی۔ این ٹیسکر اور ضلع ایس۔ ایس۔ پی کمیٹی کے سکریٹری جناب وائی۔ جی۔ شید کے نیز جناب نیل کمل الوناگی اور جناب حبیب خاں نے بھی تقریریں فرمائیں اور اکیڈمک کونسل کی تجویز کے خلاف بیک آواز احتجاج بلند کیا۔ جلسہ کے اختتام پر صدارت کی جانب سے ایک تجویز اتفاق رائے سے منظور ہوئی۔

جلسہ سے قبل دن میں شہر امراؤتی سے تقریباً پانچ سو اردو دوستوں نے مسز اندرا گاندھی کے نام خطوط پوسٹ کیے جس میں اکیڈمک کونسل کے اس فیصلے کے خلاف احتجاج کیا گیا اور وزیر اعظم سے درخواست کی کہ وہ فوری طور پر اس مسئلے کی جانب توجہ فرمائیں اور یونیورسٹی کو اپنے اس فیصلے کو تبدیل کرنے پر مجبور کریں۔

(مرزا ہمایوں اقبال کنوینر ایڈہاک کمیٹی شاخ امراؤتی)

گوالیار کے کالجوں میں اردو جماعتیں کھولنے کا مطالبہ

۱۵ اگست۔ انجمن ترقی اردو گوالیار کا ایک جلسہ ۱۲ اگست ۱۹۶۶ کو ہوا جس میں دو اہم تجویزیں پاس کی گئیں۔ تجویزوں کا خلاصہ درج ہے۔

پہلی تجویز میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ ایم۔ ایل۔ بی آرٹس اور کامرس کالج اور کملا راجہ گرلس کالج میں اردو کو اختیاری مضمون کی حیثیت سے پڑھانے کا انتظام کیا جائے۔ طلبہ و طالبات کی ایک معقول تعداد اردو کو اختیاری مضمون کی حیثیت سے لینا چاہتی ہے۔ اور مذکورہ کالجوں کے پرنسپلوں کو ان کے نام دیے جاچکے ہیں۔

دوسری تجویز میں دی سی ہائر سکنڈری اسکول کے پرنسپل کے خلاف غم و غصہ کا اظہار کیا کہ اس نے نویں جماعت میں داخلے کے خواہاں طلبہ کو داخلہ دینے سے انکار کردیا۔ یہ طلبہ اردو اختیاری مضمون کی حیثیت سے لینا چاہتے تھے اور لطف کی بات یہ ہے کہ ان طلبہ نے آٹھویں تک اسی اسکول میں تعلیم حاصل کی ہے اور ان کے پاس اردو ایک اختیاری مضمون کی حیثیت سے تھی۔

دی سی ہائر سکنڈری اسکول میں پچاس سال سے اردو و فارسی کی تعلیم دی جارہی ہے اس لیے پرنسپل کا رویہ نہایت درجہ تکلیف دہ ہے دی سی ہائر سکنڈری اسکول لشکر میں تنہا اسکول ہے جہاں اردو کی تعلیم کا انتظام ہے۔

انجمن نے ان تجویزوں کی نقلیں مدھیہ پردیش کے گورنر، چیف منسٹر اور وزیر تعلیم کو بھیج دی ہیں۔

(ایک نامہ نگار)

علی گڑھ میں ایک نئے پرائمری اسکول کا قیام

علی گڑھ یکم ستمبر۔ یہ اطلاع باعث مسرت ہوگی کہ ادارۂ علم و ادب علی گڑھ جو قریب چودہ سال سے شبینہ مکتب و دارالمطالعہ کے ذریعہ دینی و ادبی خدمات انجام دے رہا ہے اس کے زیر اہتمام چھاری کپا ؤنڈ سل گنج میں یکم اگست ۱۹۶۶ء سے پرائمری اسکول کا قیام عمل میں آیا ہے جس میں صبح ۷ بجے سے ساڑھے بارہ بجے تک نصاب کے مطابق دینیات، اردو، ریاضی، ہندی، انگریزی وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔

محمد عمر خاں قمر

سکریٹری ادارۂ علم و ادب

کروڑی مل کالج میں اردو سے ناواقف طلبہ کیلئے اردو کلاسوں کا آغاز

شریمتی سبھدرا جوشی نے افتتاح کیا اور شریمتی للتا شاستری نے صدارت کی

دلی ۲۸ اگست ۱۹۶۶ء۔ بزم ادب کروڑی مل کالج دلی یونیورسٹی کے زیر اہتمام گذشتہ سال کی طرح اس سال بھی اردو سے ناواقف طلبہ و طالبات کے لیے اردو کلاسوں (سرٹیفکیٹ و ڈپلومہ کورس) کا آغاز کیا گیا۔ اس تقریب کی صدارت شریمتی للتا شاستری نے فرمائی۔ ابتدا میں انچارج بزم ادب نے تمام مہمانوں کا استقبال کرتے ہوئے خاص طور پر شریمتی للتا شاستری کے جذبۂ اردو دوستی کا ذکر کیا اور شری لال بہادر شاستری کی اردو سے محبت پر روشنی ڈالتے ہوئے شریمتی شاستری کی آمد کو ترویج اردو کے لیے مبارک بتایا۔ اردو کلاسوں کا افتتاح کرتے ہوئے شریمتی سبھدرا جوشی ممبر پارلیمنٹ نے جنگ آزادی، تعمیر قوم و وطن اور قومی یک جہتی میں اردو کی خدمات کو سراہا اور اردو پڑھنے والے طالبعلموں کو مبارک باد دی۔ بعد میں کالج کے پرنسپل منگت رام صاحب نے اردو کی عالمگیر حیثیت پر اظہار خیال کرتے ہوئے کالج میں اس کی روز افزوں ترقی کو قومی اتحاد کے لیے فال نیک قرار دیا اور اس تقریب میں آئے ہوئے تقریباً ۲ سو طلبہ و طالبات کو اردو کا پہلا سبق دیا۔ صدارتی تقریر کرتے ہوئے شریمتی للتا شاستری نے جناب شاستری کے اردو سے گہرے تعلق پر روشنی ڈالی اور اس بات پر زور دیا کہ گاندھی جی، پنڈت نہرو اور شاستری جی کی خواہشات کو عملی جامہ پہنانے اور ملک و قوم میں جذباتی ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے اردو کی بقا اور ترویج و اشاعت میں حصہ لینا چاہیے۔ اور اس کی پڑھائی کا زیادہ سے زیادہ انتظام کرنا چاہیے تاکہ اس کے جاندار شعر و ادب سے اعلیٰ انسانی قدروں کو اجاگر کیا جاسکے۔ آخر میں ڈاکٹر خلیق انجم صدر شعبۂ اردو کالج کی جانب سے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا گیا اور یہ تاریخی تقریب بخیر و خوبی ختم ہوئی۔ (الجمعیۃ)

مادھو کالج اور وکرم یونیورسٹی اوجین میں ایم-اے اردو کلاسیز جلد از جلد شروع کی جائیں

انجمن ترقی اردو اوجین کا مطالبہ

گذشتہ شب چودھری تاج محمد صاحب سکریٹری جمعیۃ علماء (مدنی گروپ) مدھیہ پردیش کے دولت کدہ واقع رودر اوجین پر انجمن ترقی اردو اور بزم اہل ادب کا جلسہ منعقد ہوا۔ صدارت چودھری تاج محمد صاحب اور نظامت سلطان احمد صدیقی نے فرمائی۔ جس میں اردو کے متعلق تین تجاویز باتفاق رائے منظور کی گئیں۔ مادھو کالج اوجین میں ایم اے اردو کلاسیز جلد از جلد شروع کی جائیں جس کے لیے انجمن ترقی اردو شاخ اوجین آٹھ سال سے کوشاں ہے۔ وکرم یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر بابا پرشاد نے وعدہ فرمایا تھا جو آج تک پورا نہیں ہوا۔

مہارانی ہائی ہائر سکنڈری اسکول میں گذشتہ سال ابتدائی اردو کی پڑھائی بند کردی گئی تھی۔ جو بڑی کوششوں کے بعد دوبارہ جاری ہوئی تھی اس سال پھر اردو بند کردی گئی ہے جبکہ ایم پی بورڈ یا اوپر سے کوئی حکم نہیں آیا ہے۔ ابتدائی اردو کی پڑھائی کا دوبارہ انتظام کیا جائے۔

صرافہ گرلز ہائر سکنڈری اسکول اوجین کی استانی مس ثریا پروین صدیقی کے ٹریننگ میں جانے کی وجہ سے خالی جگہ پر کسی اردو جاننے والی استانی کا تقرر ابھی تک نہیں ہوا ہے جس کی وجہ سے طالبات کا نقصان ہو رہا ہے۔ اس کا جلد از جلد تقرر کیا جائے۔

حضرت باسط اوجینی اور چودھری تاج محمد صاحب نے تجاویز کی تائید کی۔

اس کے بعد ایک تعزیتی تجویز جناب سید عارف اندوری کے برادر بزرگ کے انتقال پر منظور ہوئی۔ بعد میں ایک مشاعرہ منعقد ہوا جس میں اہم شعراء نے اپنے کلام سے سامعین کو سرفراز فرمایا۔

(راست، ابن شمیم سکریٹری۔ انجمن ترقی اردو شاخ اوجین)

اردو کے غیر ملکی پروفیسر بارکر کا لکھنؤ یونیورسٹی میں استقبال

لکھنؤ ۲ ستمبر۔ میکگل یونیورسٹی مانٹریال (کناڈا) میں اردو، فارسی، عربی، ترکی وغیرہ زبانوں کا درس دینے والے پروفیسر بارکر کا لکھنؤ یونیورسٹی کی اردو و فارسی سوسائٹی کی طرف سے استقبال کیا گیا اور ان کا تعارف سکریٹری اردو فارسی سوسائٹی نے حاضرین جلسہ سے کرایا۔ اس موقع پر ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی نے ایک تقریر کی۔

پروفیسر بارکر نے اپنی تقریر میں اردو ادب سے اپنی گہری دلچسپی کے اسباب پر روشنی ڈالی اور کہا کہ اردو زبان کی کشش مجھے یہاں تک کھینچ لائی۔

پروفیسر بارکر نے طلبہ کے مختلف سوالات کا جواب بھی دیا۔ اس موقع پر محمد شمیم شبنم اور عظیم عباس نے غزلیں سنائیں۔ (قومی آواز)

بزم ادب گورکھپور یونیورسٹی کا انتخاب

گورکھپور ۲۷ اگست۔ بزم ادب گورکھپور یونیورسٹی کے لیے حسب ذیل عہدہ داران کا انتخاب عمل میں آیا۔

صدر: بدرالدین احمد انجم عرفانی، نائب صدر: ارشد کمال صدیقی
سکریٹری: رشا حبیبہ خاتون، نائب سکریٹری: محمود احمد انصاری

(سکریٹری بزم ادب)

انجمن ترقی اردو شاخ جبلپور کا طرحی مشاعرہ

انجمن ترقی اردو شاخ جبلپور کی جانب سے حسب معمول ماہانہ طرحی مشاعرہ ۲۵ اگست ۱۹۶۶ء کو جہانگیر آباد میں منعقد ہوا۔ مشاعرہ کی صدارت جناب بجے کرشن چودھری جیب سابق کمشنر و صدر انجمن نے کی۔ اس کامیاب مشاعرہ کی طرح حسب ذیل تھیں۔

۱۔ ہم سے ٹوٹے ہوئے ساغر نہیں دیکھے جاتے
۲۔ خود اپنے غم پہ آج ہنسی آگئی مجھے۔

جبلپور کے تمام شعرائے کرام نے شرکت فرماکر اس مشاعرہ کو کامیاب بنایا۔ اس مشاعرہ کے علاوہ مقالہ خوانی کی نشست ۱۱ اگست کو [illegible] منعقد ہوئی تھی۔

(سکریٹری)

صولت پبلک لائبریری رامپور کے لیے عمارت کی شدید ضرورت

۵۸ ہزار قیمتی کتابوں و رسائل کے ذخیرے کو سخت خطرہ

رامپور ۲۹ راگست۔ صولت پبلک لائبریری رامپور کی واحد پبلک لائبریری ہے جس سے رامپور کے عوام استفادہ کرتے ہیں۔ یہ لائبریری ۱۹۳۴ء میں جناب صولت علی خاں صاحب اور ان کے چند رفقاء نے قائم کی تھی۔ جس عمارت میں یہ لائبریری قائم کی گئی تھی جب وہ ناکافی ہو گئی تو کوشش کی گئی کہ اس کے لیے کوئی دوسری عمارت حاصل کی جائے اور اس کوشش کے نتیجہ میں فردوس مکین نواب سید رضا علی خاں مرحوم نے اس ضرورت کو جائز تصور فرماتے ہوئے تقریباً ۱۹۳۵ء میں ایک عظیم الشان عمارت (جس میں تحصیل صدر کے دفاتر بھی تھے) لائبریری کو عنایت فرما دی جس کا ۱/۳ حصہ لائبریری کے استعمال میں رہا اور بقیہ حصص کرائے پر اٹھا دیے گئے جس سے لائبریری کو ایک مستقل آمدنی بھی ہو گئی۔ انضمام کے بعد ضلع کا پی ڈبلیو ڈی آفس صرف معمولی مرمت اور سفیدی کراتا رہا اور اکثر سالانہ مرمت کی ذمہ داری لائبریری کے ذمہ داروں کو برداشت کرنی پڑی۔

۱۹۶۵ء میں لائبریری کے ذمہ داروں نے پی ڈبلیو ڈی کو اس طرف متوجہ کیا کہ عمارت کی حالت اچھی نہیں ہے۔ اور ہمارے پاس اتنا سرمایہ نہیں ہے کہ ہم کوئی بڑی مرمت کر سکیں جس سے اس عمارت کی عمر میں اضافہ ہو سکے جس پر انجینئر پی ڈبلیو ڈی نے اپنے ایک اوورسیر کے ذریعہ عمارت کا معائنہ کرایا اور یہ جواب دیا کہ ہمارے پاس اتنا بجٹ نہیں ہے کہ ہم اس عمارت کی مرمت کرا سکیں اس لیے آپ اس عمارت کا ایک کمرہ (اردو سیکشن) فوراً خالی کر دیں۔ اسی دوران ان انجینئر صاحب کا تبادلہ ہو گیا۔ لائبریری کے ذمہ داروں نے اپنی کوششوں کو دوبارہ شروع کر دیا اور خصوصی منظوری کے لیے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو درخواست دی جس کی منظوری فوراً مل گئی۔ اور پی ڈبلیو ڈی آفس کو لکھ دیا گیا کہ تخمینہ بنا کر بھیجا جائے اور کام جلد سے جلد شروع کرا دیا جائے جس پر ایگزیکٹو انجینئر نے خود آکر عمارت کا معائنہ کیا اور عمارت کو مخدوش قرار دے کر فوراً خالی کرنے کا نوٹس دے دیا۔

اس کے بعد جون ۱۹۶۶ء کے زلزلے اور پھر ۱۵ راگست ۱۹۶۶ء کے زلزلے سے عمارت کو کافی نقصان پہونچا۔ اور اب حالت یہ ہے کہ عمارت کے ساتھ ۵۸ ہزار سے زیادہ کتب اور اخبارات و رسائل کے ایک بڑے ذخیرہ کو سخت خطرہ ہے۔ لائبریری کے پاس مرمت ہی کو روپیہ نہیں ہے نہ کسی نئی عمارت کی تعمیر کرائے اس کے ساتھ ہی فی الحال کوئی ایسی عمارت نہیں مل رہی ہے جہاں عارضی طور پر لائبریری کو منتقل کر دیا جائے۔

لائبریری کتب کی تفصیلات اس طرح ہے

کتب

اردو کتب	۳۵ ہزار	انگریزی کتب	۱۵ ہزار
عربی و فارسی کتب	۵ ہزار	ہندی کتب	۲ ہزار
قلمی کتب	۵ سو		

اس کے علاوہ ۱۹۳۴ء سے اب تک اردو، ہندی اور انگریزی اخبارات و رسائل کا بیش بہا ذخیرہ بھی ہے۔

(آصف علی خاں اعزازی لائبریرین صولت پبلک لائبریری۔ رامپور)

تبصرے

شہر یار
لہو ترنگ

مرتبہ: نوبہار صابر

قیمت: ساڑھے تین روپے

ملنے کا پتہ: ادارہ بیسویں صدی دریا گنج، دہلی ۶

پاکستان اور ہندوستان کی حالیہ جنگ نے اردو شاعروں کے حواس اور ذہنوں کو جس شدت سے متاثر کیا۔ اور ان اثرات کو شاعروں نے جس انقلابی رنگ و آہنگ، بے پایاں جوش و خروش، بیباکی اور جرأت کے ساتھ اپنی منظوم تخلیقات میں پیش کیا۔ اس نے یہ ثابت کر دیا کہ اردو زبان و ادب کی رگوں میں خالص ہندوستانی خون دوڑ رہا ہے اور اردو شاعر و ادیب اپنے قومی فرض سے اسی طرح آگاہ ہیں جس طرح ہندوستان کی دوسری زبانوں کے ادیب و شاعر۔ "لہو ترنگ" جس کو نوبہار صابر نے مرتب کیا ہے اور انجمن ترقی اردو ماڈل ٹاؤن پٹیالہ نے شائع کیا ہے، ان نظموں کا انتخاب ہے جو جنگ کے دوران اور اعلان تاشقند کے بعد اردو کے ممتاز شاعروں نے موقر رسالوں اور اخباروں میں لکھیں۔ شروع میں ان نظموں کو بھی یکجا کر دیا ہے جو حب الوطنی، ہندوستان کی عظمت اور قومی یکجہتی کے موضوعات اور مسائل پر جنگ سے پہلے لکھی گئی تھیں۔

اس انتخاب میں جن شاعروں کی تخلیقات شامل ہیں ان میں پنڈت میلارام وفا، روش صدیقی، بیکل اکبرآبادی، شفا گوالیاری، مسعود تنویر، تلوک چند محروم، منظر لکھنوی، جگن ناتھ آزاد، سرور جعفری، عیش پٹیالوی، نوبہار صابر اور اعجاز صدیقی کے نام قابل ذکر ہیں۔

اس کتاب کو دیوناگری رسم خط میں بھی شائع ہونا چاہیے تاکہ دھرم یگ جیسے رسائل کے زہریلے پروپیگنڈے کا سدباب ہو سکے۔

روداد کل راجستھان اردو سمپوزیم

مرتبہ: محمد وحید اللہ خاں وحید

قیمت: ۵ روپے

ملنے کا پتہ: انجمن ترقی اردو (ہند) جودھپور (راجستھان)

۱۳، ۱۴، ۱۵ نومبر ۱۹۶۵ء کو انجمن ترقی اردو شاخ جودھپور کے زیر اہتمام کل راجستھان اردو سمپوزیم منعقد کیا گیا جس کی تفصیلی روداد محمد وحید اللہ خاں وحید سکریٹری شاخ ہذا نے مرتب کر کے شائع کر دی ہے۔ اس روداد کی ضخامت ۱۰۴ صفحات ہے اور اس میں سمپوزیم میں پڑھے گئے مضامین، مقالات اور رپورٹوں کے علاوہ ہندوستان کے مختلف اصحاب کے پیغامات بھی شامل ہیں۔ ان ادیبوں اور شاعروں کی تصویروں کے ساتھ ساتھ جن کی تخلیقات اس روداد میں شامل ہیں ان حضرات کی تصویریں بھی شامل کی گئی ہیں جنھوں نے سمپوزیم کو کامیاب بنانے کے لیے دامے درمے قدمے سخنے ہر طرح سے مدد کی۔

مختصر راجستھان میں انجمن شاخ جودھپور نے اردو کے فروغ و ترقی کے لیے جو عملی اور علمی جد و جہد کی ہے اس کا اندازہ اس روداد سے کیا جا سکتا ہے۔

مالک انجمن ترقی اردو ہند، علی گڑھ، پرنٹر ضمیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھپا اور پبلشر نذیر حسن نے دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا